ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء ۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

الفضل

خطبہ نمبر ۱۱

ایڈیٹر غلام نبی

قادیان دارالامان

ٹیلیفون نمبر ۹۱

قیمت ایک آنہ

THE DAILY
ALFAZL, QADIAN.

جلد ۲۶ | مورخہ ۱۵ محرم ۱۳۵۷ھ | یوم جمعہ | مطابق ۱۸ مارچ ۱۹۳۸ء | نمبر ۶۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

عدالت عالیہ لاہور کا درخواست نگرانی کے متعلق قابل تعریف فیصلہ

شیخ عبدالرحمن مصری کی کذب بیانیوں کا ایک نمونہ

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۱۱ مارچ ۱۹۳۸ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔
اللہ تعالیٰ مومنوں کے

ایمان کی زیادتی کے لئے

ہمیشہ ایسے سامان پیدا کرتا رہتا ہے۔ جو ان کو صراط مستقیم پر قائم رکھتے۔ اور ان کے ایمانوں کو بڑھاتے رہتے ہیں جو لوگ تو ظاہر اور باطن میں یکساں ہوتے ہیں۔ اور ان کے دلوں کا ایمان ان کی زبانوں کے دعووں کے مطابق ہوتا ہے۔ ایسے امور ان کے ایمان میں جلا پیدا کرتے۔ اور ان کی روحانیت کو ترقی دیتے ہیں۔ لیکن جن کے دلوں میں ایمان ان کی زبانوں کے دعووں کے مطابق نہیں ہوتا۔ اور ان کا ایمان زبان کی نوک تک ہی رہ جاتا ہے اور ان کے دل ویران ہوتے ہیں ان کے لئے وُہی چیز ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہے۔ چونکہ یہ قدیم سے الٰہی سُنت چلی آتی ہے کہ

خدائی نشان

خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والی کتابیں خدا تعالیٰ کے مامور اور مرسل۔ اور خدا تعالیٰ کے دین کی تائید اور مدد میں کھڑے ہونے والے انسان سب اپنے اندر یہ صفت رکھتے ہیں۔ کہ یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا۔ دُنیا میں خدا تعالیٰ کا کوئی ایسا مامور نہیں آیا۔ جو بعض لوگوں کی ٹھوکر کا موجب نہ ہُوا ہو۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی کتاب ایسی نہیں آئی۔ جو بعض کی گمراہی کا موجب نہ ہُوئی ہو۔ خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لئے کوئی شخص کھڑا نہیں ہُوا۔ خواہ وُہ مامور ہو۔ یا غیر مامور۔ جو بعض لوگوں کی گمراہی کا موجب نہ ہُوا ہو۔ اسی طرح دُنیا میں خدا تعالیٰ کا کوئی مامور یا مرسل ایسا نہیں آیا۔ جو لوگوں کی

ہدایت کا موجب

نہ ہُوا ہو۔ کوئی کتاب ایسی نہیں آئی جس سے لوگوں نے ہدایت نہ پائی ہو۔ کوئی شخص خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لئے ایسا کھڑا نہیں ہُوا جس کے دل میں سچی تڑپ ہو۔ اور خدا تعالیٰ نے اس کی کوششوں میں برکت نہ ڈالی ہو۔

یہ دونوں دریا یکساں اور بیک وقت چلتے ہیں۔ لیکن بینھما برزخ لا یبغیٰن۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی دریا ہے۔ جو کسی زمانہ میں خالص اسلام کے نام سے بہتا ہے کسی زمانہ میں عیسوی تعلیم کے نام سے بہتا ہے۔ کسی زمانہ میں ابراہیم کی تعلیم کے نام سے بہتا ہے۔ اور کسی زمانہ میں احمدیہ اسلام کے نام سے بہتا ہے گو ہر زمانہ میں یہ دریا ایک نظر آیا ہے مگر در اصل اس کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک میٹھا اور ایک کڑوا۔ جو حصہ میٹھے پانی پر مشتمل ہوتا ہے۔ وہ مومنوں کی جماعت ہوتی ہے۔ اور جو کڑوے پر مشتمل ہوتا ہے۔ وہ منافقوں کی جماعت ہوتی ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان ایک بہت ہی باریک پردہ ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا بینھما برزخ لا یبغیٰن یعنے گو دنیا کو وہ دریا ایک ہی نظر آتا ہے۔ مگر در اصل اس میں دو قسم کے پانی ہیں ایمان کا بھی اور نفاق کا بھی۔ مومن کوشش کرتے ہیں کہ منافقوں کو سیدھا کریں۔ اور راہِ راست پر لے آئیں۔ مگر ان کی باتیں انکو اور بھی گمراہ کرنے کا موجب ہو جاتی ہیں اور منافق کوشش کرتے ہیں کہ مومنوں کو گمراہ کریں۔ مگر ان کی تدبیریں مومنوں کے ایمان کو اور بھی بڑھانے کا باعث ہو جاتی ہیں۔ سورۂ بقر میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ فزادھم اللہ مرضا۔ یعنی اللہ تعالےٰ اپنے نشانوں سے منافقوں کے مرض کو بڑھاتا ہے۔ پھر سورۂ احزاب میں ہے کہ منافقوں نے آکر مسلمانوں کو ڈرانا شروع کیا۔ اور کہا کہ کفر بہت ترقی کر گیا ہے اور کافر چاروں طرف سے حملہ آور ہو رہے ہیں۔ اور اب ایسا وقت آگیا ہے۔ کہ مسلمان بالکل تباہ ہو جائیں۔ مگر یہ باتیں سنکر اور کفار کا لشکر دیکھ کر بجائے اس کے کہ مومن ڈرتے ان کے ایمان اور بھی بڑھ گئے وما زادھم الا ایمانا وتسلیما ان امور نے مومنوں کے ایمان اور ان کی فرمانبرداری کو اور بھی بڑھا دیا۔ غرض

نشان ایک ہی ہوتا ہے۔ مگر دو قسم کے لوگوں کے لئے وہ دو مختلف نتائج پیدا کرتا ہے۔ ایک فریق اس کی وجہ سے ایمان میں ترقی کرتا ہے۔ اور دوسرا نفاق میں۔ غرض دنیا کی نگاہ میں گو الٰہی سلسلہ ایک دریا کی طرح بہتا ہوا نظر آتا ہے۔ اور سب دیکھنے والے اسے ایک ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن خدا تعالےٰ کی نظر میں وہ جدا جدا دریا ہوتے ہیں۔ کئی نادان کہتے ہیں۔ کہ یہ دونوں فریق ایک ہی ہے۔ اور ان میں کیا اختلاف ہے۔ مگر خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ بینھما برزخ لا یبغیٰن نہیں۔ وہ اصل میں بالکل الگ الگ ہیں۔ اور ان کے درمیان خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک پردہ حائل ہے۔ منافق مومن کے حالات کو نہیں پاسکتا۔ اور مومن منافق کی ذلتوں سے حصہ نہیں لیتا

اللہ تعالےٰ کی سنت

یہی ہے۔ کہ وہ ایسے نشان بھیجتا ہی رہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کو اس بات نے نشانات ظاہر کرنے سے نہیں روکا۔ کہ دنیا میں جب بھی وہ ظاہر ہوئے ان کا انکار کیا گیا۔ وما منعنا ان نرسل بالاٰیات الا ان کذب بھا الاولون (بنی اسرائیل ع ۶) یعنی ہمیں اس بات کے سوا نشان بھیجنے سے کس امر نے روکا ہے۔ کہ جب پہلے زمانوں میں نشانات ظاہر ہوئے تو لوگوں نے انہیں نہیں مانا۔ مطلب یہ کہ یہ روک کوئی روک نہ تھی۔ اس لئے ہم پھر بھی نشانات بھیجتے ہی رہے۔ کیونکہ نشانات تو ماننے والوں کے لئے ہوتے ہیں۔ اور وہی لوگ خدا تعالےٰ کی جماعت ہیں۔ سو جب نشانات ان کو فائدہ پہونچاتے ہیں تو دشمنوں کے انکار کی وجہ سے دوستوں کو فائدہ سے کیوں محروم کیا جائے۔ ان نشانوں میں سے جو اللہ تعالےٰ نے نبیوں کی جماعتوں کی صداقت کے اظہار کے لئے مقرر کئے ہیں۔ ایک یہ بھی ہے۔ کہ جب بھی کوئی انکا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ وہ

جھوٹ کا ہتھیار

ضرور استعمال کرتا ہے۔ اور بالعموم ایسے لوگوں کے دعووں کی بنیاد جھوٹ اور فریب پر ہوتی ہے۔ اور ان کے مقابلہ پر مومنوں کی بنیاد بالعموم صداقت پر ہوتی ہے۔ بالعموم میں نے اس لئے کہا کہ ان میں بھی بعض کمزور لوگ ہوتے ہیں۔ جو مصائب کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور بعض اوقات جھوٹ بول جاتے ہیں۔ مگر ان کا جھوٹ عارضی ہوتا ہے مستقل نہیں مگر مقابلہ کرنے والوں کا جھوٹ مستقل ہوتا ہے۔ اور وہ علی الاعلان اپنی قوم کی طرف سے ایسا جھوٹ بولتے ہیں۔ کہ ہر شریف الطبع محسوس کر لیتا ہے۔ کہ وہ ایسی خلاف بیانی کرتے ہیں۔ جو مومن نہیں کر سکتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعوےٰ کیا۔ تو دشمن نے کہا۔ کہ آپ جھوٹے ہیں۔ حالانکہ اگر آپ نعوذ باللہ جھوٹے ہوتے۔ تو ہیچ کے ذریعہ آپ کو مغلوب کرنا آسان تھا۔ اگر وہ دعوے جو آپ نے کئے۔ قرآن کریم سے ثابت نہیں ہوتے تھے۔ تو آسان طریق یہ تھا۔ کہ قرآن کریم یا احادیث صحیحہ سے ان کا غلط ہونا ثابت کر دیا جاتا۔

پس دشمن کے لئے یہ راہ بالکل آسان تھی۔ کہ وہ ان آیتوں اور حدیثوں کو پیش کرتا۔ جو ان دعووں کے خلاف تھیں۔ مگر اس نے ایسا کرنے کے بجائے آپ کی طرف

جھوٹے دعوے اور جھوٹے کام

منسوب کئے۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوت کا دعوےٰ کیا۔ تو ساتھ یہ بھی فرمایا۔ کہ میں ایسا نبی نہیں ہوں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حلقۂ اطاعت سے باہر جاؤں۔ بلکہ میں آپ کے دین اور قرآن کریم کی اشاعت کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ لیکن دشمنوں نے لوگوں کو یہ بتایا۔ کہ آپ نے نبوت کا دعوےٰ

کر کے

رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہتک

کی ہے۔ یا پھر یہ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت مسیح ناصری اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔ مگر خدائی صفات جو آپ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ وہ آپ میں نہیں تھیں۔ اور اس پر دشمنوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ آپ نے

حضرت مسیح کی ہتک

کی ہے۔ حالانکہ اگر آپ کا یہ دعوےٰ غلط تھا۔ کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی طرف ایسے معجزات منسوب کرنا جن سے شرک پیدا ہوتا ہے۔ غلطی ہے۔ تو اس کا رد آسان تھا۔ اور وہ اس طرح کہ قرآن کریم سے یہ ثابت کر دیا جاتا۔ کہ بندے مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں۔ یا یہ کہ انبیاء کو ایسا علم غیب حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ کو ہے۔ مگر یہ آسان راہ اختیار کرنے کے بجائے دشمنوں نے آپ کی طرف ایسے دعوے منسوب کئے۔ جو آپ نے نہیں کئے تھے۔ اور آپ کی کتابوں سے حوالے کانٹ چھانٹ کر آپ کی طرف ایسی باتیں منسوب کیں۔ جو در اصل آپ نے نہیں کہی تھیں۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ایک رسالہ لکھا اور گورنمنٹ کو بھجوایا۔ جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ کہ آپ گویا

گورنمنٹ کے مخالف

ہیں۔ اور اس میں آپ کی کتابوں سے بعض حوالے کانٹ چھانٹ کر اور کوئی ٹکڑا عبارت کا کہیں سے لے کر اور کوئی کہیں سے لے کر درج کر دیئے۔ مگر آج اس کے برخلاف دشمن یہ کہتے ہیں کہ آپ

گورنمنٹ کے خوشامدی

تھے - اور آپ کی کتابوں کی ایسی ننیس الماریاں بھری پڑی ہیں - جن میں آپ نے گورنمنٹ کی وفاداری کی تعلیم دی ہے - اور گورنمنٹ کی خوشامد سکھائی ہے - گویا پہلے بغاوت کا حربہ استعمال کیا - لیکن اب یہ دیکھکر کہ وُہ حربہ اب کار آمد نہیں ہوسکتا - کیونکہ لوگوں میں بیداری پیدا ہوچکی ہے - اور قومی خیالات ترقی کر رہے ہیں - تو یہ پہلو اختیار کرلیا - کہ آپ خوشامدی تھے ؛

تو یہ دونوں قسم کے اعتراضات کئے گئے - حالانکہ ان دونوں میں اتنا ہی فرق ہے - جتنا زمین و آسمان میں - بلکہ اس سے بھی زیادہ - کیونکہ زمین آسمان تو ایک وقت میں موجود ہیں - لیکن یہ باتیں تو بالکل متناقض ہیں اگر کوئی شخص دُشمن ہو - تو وُہ خوشامد نہیں کرسکتا - اور اگر خوشامدی ہو تو دُشمن نہیں ہوسکتا - لیکن ان لوگوں کو تو دیانت سے تعلق نہ تھا - جب دیکھا - کہ ملک میں بیداری ہے - اور پبلک کو جوش دلانے سے فائدہ ہے - تو کہہ دیا - کہ آپ خوشامدی تھے - مگر جب پبلک، گورنمنٹ کے خلاف نہ تھی اور یہ سمجھا جاتا تھا - کہ گورنمنٹ کو جماعت احمدیہ کے خلاف کرنے میں فائدہ ہے تو اس وقت یہ کہدیا - کہ آپ گورنمنٹ کے مخالف ہیں - غرض جب گورنمنٹ مضبوط تھی - اور لوگوں میں قومی خیالات نہ پائے جاتے تھے - اس وقت گورنمنٹ کو آپ کے خلاف کرنا چاہا - اور جب گورنمنٹ میں کمزوری پیدا ہوئی - اور پبلک میں قومی خیالات ترقی کرنے لگے - تو خوشامدی کہنا شروع کردیا - اور یہ کہ آپ کو حکومت نے ہی کھڑا کیا ہے - لیکن عقلمند جانتے ہیں - کہ یہ دونوں باتیں غلط - اور جھوٹ ہیں - اس زمانہ میں

میرے متعلق بھی یہی طریق

استعمال کیا گیا ہے - ایک زمانہ تھا جب میرے متعلق کہا جاتا تھا - کہ یہ گورنمنٹ کا خوشامدی ہے - اور اب یہ کہا جاتا ہے کہ گورنمنٹ کا دُشمن ہے - یہ بعینہٖ وُہی بات ہے - فرق صرف یہ ہے - کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو پہلے مخالف اور بعد میں خوشامدی کہا گیا - اور مجھے پہلے خوشامدی اور بعد میں مخالف کہا گیا - پہلے مجھے حکومت کا خوشامدی کہا جاتا تھا - مگر بعد میں جب دیکھا - کہ حکومت کے بعض افسر ہمارے دُشمن ہیں - تو مجھے حکومت کا دُشمن کہنے لگے اس خیال سے کہ اس طرح بعض حکام بھی ان کے ساتھ شامل ہوجائینگے۔

پھر ان فتنوں میں دیکھ لو - جو مذہبی لحاظ سے اٹھے ہیں - کس طرح

خلاف واقعہ اور غلط حوالے

پیش کئے جا رہے ہیں - ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے - کہ مسلمانوں میں خیال ہے - کہ حضرت عیسٰے جب دوبارہ دُنیا میں آئینگے تو اسلام پر عمل کریں گے - حالانکہ جب وُہ مستقل نبی ہیں - تو وُہ اپنے دین پر عمل کریں گے - یہ بنیاد قائم کرکے آپ لکھتے ہیں - کہ اسلام کے لئے وُہ کیسا مصیبت کا وقت ہوگا - جب اُس میں ایک ایسا نبی آئے - کہ مسلمان تو مسجدوں کی طرف نماز پڑھنے جا رہے ہوں - اور وُہ گرجا کی طرف جا رہا ہو - مسلمان تو قرآن کی تلاوت کر رہے ہوں - اور وُہ انجیل پڑھ رہا ہو (مفہوم عبارت)

پیغامی جب جماعت سے علیٰحدہ ہُوئے تو انہوں نے اس حوالہ کو بگاڑ کر یوں شائع کیا - کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو فرماتے ہیں - کہ مسلمانوں کے لئے وُہ کیسا مصیبت کا وقت ہوگا - جب ان میں ایک نبی آئے گا - انہوں نے "ایسا" کو کاٹ کر اس کی جگہ "ایک" لکھ دیا - اور اس طرح اس کے یہ معنے کرلئے - کہ اب کسی قسم کا بھی نبی نہیں آسکتا - حالانکہ "ایسا" کا لفظ بتا رہا ہے - کہ ایک خاص قسم کے نبی کے متعلق آپ یہ فرما رہے ہیں تو انہوں نے "ایسا" کاٹ کر آرام سے اس کی جگہ "ایک" کا لفظ لکھدیا - ہر ایک شخص کے پاس کتاب نہیں ہوتی - پس انہوں نے سمجھا - کہ اس طرح بہت سے لوگ دھوکا کھاتے چلے جائیں گے - اور حوالوں میں بھی ان کا یہی رویہ رہا ہے - ابتدائی کُتب کے حوالہ جات لوگوں کو دکھا دیتے ہیں - اور آخری کتب کے حوالوں کو چھپا لیتے ہیں ؛

کل ہی ایک دوست ڈاکٹر عبد الغفور صاحب کی لاش یہاں لاکر دفن کی گئی ہے - جن دنوں وُہ سلسلہ کے بارہ میں تحقیق کر رہے تھے - انہیں ڈلہوزی جانے کا اتفاق ہوا - مولوی محمد علی صاحب بھی وہاں تھے - وُہ ان سے ملنے گئے - اور نبوت کے بارہ میں گفتگو شروع کی - تاکہ اس مسئلہ کے بارہ میں بھی کوئی فیصلہ کرسکیں - انہوں نے بعض حوالے اپنے مطلب کے ڈاکٹر صاحب کو دکھائے - چونکہ ڈاکٹر صاحب مرحوم بعض ہمارے دوستوں سے بھی حوالہ جات سن چکے تھے - انہوں نے مولوی صاحب سے کہا - کہ آپ "حقیقۃ الوحی" منگوائیں اور اس کی فلاں فلاں عبارت کو حل کریں - اس کے جواب میں جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے بعد میں ذکر کیا - مولوی صاحب نے جواب دیا - کہ وُہ کتاب میرے پاس یہاں نہیں ہے - ڈاکٹر صاحب نے اس پر حیرت کا اظہار کیا - کہ دوسری کتب موجود ہیں مگر صرف وُہ کتاب نہیں جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تحریرات میں مُہَیمن قرار دیا ہے اور ان پر اس امر کا خاص اثر ہوا - کہ ان کتب کو بھی یہ لوگ نہیں رکھتے - جن سے ان کے عقیدوں کے خلاف ثبوت ملتا ہے - آخر انہوں نے ۳۵ء یا ۳۶ء میں میری بیعت کرلی ؛

تو انسان کے مدنظر جب صداقت ہو تو سب قسم کی باتیں سامنے لانی چاہئیں کوئی بات چھپانے کی ضرورت نہیں، مگر بعض لوگ چونکہ خاص مقاصد ان کے مدنظر ہوتے ہیں - جان بوجھ کر غلط حوالہ جات پیش کردیتے ہیں - اور یہی ثبوت ہوتا ہے اس بات کا کہ ان کے پاس دلائل کوئی نہیں ہیں - ورنہ انہیں جھوٹ کی کیا ضرورت تھی ؛

اب میں دیکھتا ہوں - کہ

مصری صاحب کے فتنہ میں

بھی وُہی طریق اختیار کیا جا رہا ہے - صریح طور پر وُہ باتیں پیش کی جا رہی ہیں جن کے متعلق ہر عقلمند جانتا ہے - کہ غلط ہیں اور ایسے حوالے پیش کئے جا رہے ہیں - کہ اگر ایک بچّہ کے سامنے بھی رکھ دیئے جائیں تو وُہ کہیگا - یہ غلط ہیں کسی غیر احمدی کے سامنے دونوں حوالے رکھ دو - اور یہ نہ بتاؤ - کہ میرا کونسا ہے اور ان کا کونسا - اور اس سے پوچھو - کہ کیا میرے الفاظ کا وُہی مفہوم ہے - جو وُہ پیش کرتے ہیں - تو وُہ فوراً کہدیگا کہ ہرگز نہیں - بالکل جھوٹ ہے - یہی

فخر الدین صاحب اور عزیز احمد صاحب کا واقعہ

ہے - اس مقدمہ میں ہائیکورٹ نے ایک فیصلہ کیا - اور اس کی بنا پر ان لوگوں نے شور مچانا شروع کردیا - کہ ہائیکورٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے - کہ مرزا محمود احمد کے خطبات کے نتیجہ میں یہ قتل ہوا ہے - اس میں شک نہیں - کہ جس رنگ میں وہ فیصلہ کیا گیا - اور جس رنگ میں اس کا استعمال ہوا - اس سے ہم بھی متاثر ہُوئے تھے - اور میں نے بھی ایک مضمون لکھا تھا کہ فیصلہ میں بعض ایسے الفاظ ہیں - جن کے معنے بعض لوگوں کے لئے صاف نہیں - غرض اس وقت ان الفاظ سے غلط مفہوم لینے کا امکان تھا - اور اس وجہ سے غلط معنے کرنے والوں پر یقینی طور پر بددیانتی کا الزام نہیں لگایا جاسکتا تھا - مگر اب جبکہ ہائی کورٹ کے فاضل ججوں نے اس غلط فہمی کو دُور کردیا ہے - اگر ان الفاظ کو اسی رنگ میں استعمال کیا جائے - تو ہر شخص تسلیم کرے گا - کہ یہ

صاف بد دیانتی

ہے - حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو آسمان پر زندہ ماننا شرک ہے اس پر مخالف کہتے ہیں کہ ان تمام بزرگانِ سلف کو جو اس عقیدہ کے تھے آپ نے مشرک کہا ہے - ہم کہتے ہیں کہ جب تک ایک مامور نے آکر اس غلطی کو واضح نہیں کیا

اس وقت تک ایک نہایت مخفی شرک تھا۔ جو صرف اجتہاد کی غلطی کہلا سکتا تھا۔ اور ایسا عقیدہ رکھنا لوگوں کو گنہگار نہیں بناتا تھا۔ کیونکہ لوگوں کی توجہ اس طرف پھیری نہیں گئی تھی۔ کہ یہ شرک ہے۔ لیکن مامور کی طرف سے اس کی وضاحت کے بعد ایسا عقیدہ رکھنا کھلا شرک بن گیا پس اب اس کا معتقد گنہگار کہلائیگا۔ پس پہلے بزرگ گنہگار نہیں تھے۔ اور اس زمانہ کے لوگ گنہگار ہیں۔ اسی طرح جب تک ہائی کورٹ نے اپنے الفاظ کی وضاحت نہیں کی تھی۔ اس قسم کا مفہوم لینا بددیانتی نہیں کہلا سکتا تھا۔ مگر اب کہ ججوں نے اپنے الفاظ کی وضاحت کر دی ہے۔ وہ مفہوم لینا بددیانتی ہے۔ مگر ان لوگوں کی دیانت کا یہ حال ہے۔ کہ وہ اب بھی یہی مفہوم لے رہے ہیں۔ ان کے ہمدرد اخبارات فیصلہ کو چھاپتے نہیں۔ صرف یہ لکھ رہے ہیں کہ ہائیکورٹ نے درخواست مسترد کر دی۔ مگر یہ نہیں بتاتے کہ

کیوں درخواست مسترد کی گئی

اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ جیسے زید بکر کے پاس ایک ہزار روپیہ امانت کے طور پر رکھے۔ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اس کے پاس جائے کہ میں نے جو ایک ہزار روپیہ آپ کے پاس امانت رکھا تھا وہ مجھے واپس دے دیں۔ اس پر بکر جواب دے۔ کہ مجھے آپ کا پیغام اس سے پہلے مل چکا ہے۔ اور میں نے اسی وقت فلاں آدمی کے ہاتھ روپیہ آپ کے گھر بھجوا دیا ہے۔ اس پر زید بجائے گھر جا کر روپیہ وصول کرنے کے لوگوں میں شور مچا دے۔ کہ بکر میرا روپیہ دینے سے انکاری ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ الفاظ میں بکر یہی کہتا ہے۔ کہ میں آپ کو روپیہ نہیں دیتا مگر وہ یہ لفظ اس لئے نہیں کہتا۔ کہ وہ امانت سے منکر ہے۔ بلکہ اس لئے کہ وہ کہتا ہے۔ کہ میں آپ کے آنے سے پہلے ہی روپیہ بھجوا چکا ہوں۔ بعینہٖ اسی طرح ہائیکورٹ نے میری درخواست کو مسترد کیا ہے یعنی انہوں نے میری اس درخواست کے جواب میں کہ آپ کے فلاں الفاظ کے لوگ یہ معنے کرتے ہیں۔ کہ گویا میں نے اپنے خطبات میں جسمانی سزا کی طرف اشارہ کر کے قتل کی انگیخت کی ہے۔ اور ایسا میں نے ہرگز نہیں کیا۔ اس لئے ان الفاظ کی اصلاح کی جائے۔ یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم نے ایسا ہرگز نہیں کہا۔ اور لوگ ہماری طرف غلط بات منسوب کرتے ہیں۔ پس جبکہ ہماری عبارت کا وہ مفہوم نہیں۔ جو لوگ لیتے ہیں۔ تو ہمیں کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ کہ ہم اپنے الفاظ کو بدلیں پس درخواست مسترد ہے۔ ہر دیانتدار آدمی جانے گا۔ کہ یہ ویسی ہی مثال ہے۔ جو میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ یعنی بکر زید کو روپیہ دینے سے اس لئے انکار کرتا ہے۔ کہ وہ پہلے ادا کر چکا ہے۔ ظاہر ہے کہ

ہائیکورٹ کے فاضل ججوں کے لئے

میری درخواست کی منظوری کے متعلق دو ہی صورتیں ممکن تھیں۔ یا تو وہ کہتے کہ ہم خطبہ کا مطلب پہلے وہی سمجھے تھے۔ جو مصری اور اس کے ساتھیوں نے سمجھا۔ لیکن اب ہم سمجھ گئے ہیں کہ ہم نے پہلے جو بات سمجھی تھی وہ غلط تھی۔ اس لئے اپنے الفاظ کاٹ دیتے ہیں۔ اور دوسری صورت یہ تھی۔ کہ وہ یہ کہتے کہ ہم نے وہ الزام آپ پر لگایا ہی نہیں جو آپ یا دوسرے خیال کرتے ہیں۔ کہ ہم نے لگایا ہے۔

پس چونکہ ہم نے ایسا کہا ہی نہیں اس لئے ہم اپنے الفاظ کو کاٹتے بھی نہیں۔ ظاہر ہے کہ موخر الذکر فیصلہ تو پہلی صورت سے بھی زیادہ ہمارے لئے مفید ہے۔ کیونکہ اگر جج پہلی صورت اختیار کرتے۔ تو کوئی کہہ سکتا تھا۔ کہ خطبہ کے الفاظ ایسے مشتبہ تھے۔ کہ ایک دفعہ تو ہائی کورٹ کے ججوں کو بھی غلطی لگ گئی۔ مگر وہ تو کہتے ہیں۔ کہ ہمیں تو پہلے بھی کوئی غلطی نہیں لگی ہم پہلے بھی یہی سمجھتے تھے۔ کہ ان الفاظ میں روحانی سزا کا ذکر ہے۔ اور اب بھی یہی سمجھتے ہیں۔ اور جب ہم نے پہلے بھی یہ نہیں سمجھا۔ تو ہم کاٹیں کس بات کو چنانچہ ان کا

فیصلہ یہ ہے

"یہ درخواست مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے اس غرض کے لئے دی گئی ہے۔ کہ ہم نے فوجداری اپیل ۱۱۲ آف ۱۹۳۷ء کے فیصلہ میں جو ۳ / جنوری ۱۹۳۸ء کو کیا گیا ہے۔ بعض ریمارکس ایسے کئے تھے جنہیں حذف کر دیا جائے۔

مرافعہ گزار کے وکیل مسٹر سلیم نے ہماری توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی ہے کہ ہمارے فیصلہ کے آخری پیرگراف کے ایک فقرہ کا غلط مطلب لے کر اسے امام جماعت احمدیہ کے خلاف پروپیگنڈا کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ وہ فقرہ یہ ہے۔ "اگر ہم اپیل کنندہ کے وکیل کے اس استدلال کو قبول بھی کریں۔ کہ خلیفہ صاحب کا سزا سے مقصد روحانی سزا تھا۔ تو بھی یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مذہبی راہنماؤں کے بعض پُر جوش پیرووں کے لئے روحانی اور جسمانی سزا میں امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ بہرنوع اس ملک میں ایسے مذہبی دیوانے موجود ہیں۔ جو ایسی سزاؤں کی تکمیل کے لئے اپنے آپکو خدا کا آلۂ کار سمجھتے ہیں"۔

کہا گیا ہے کہ خلیفہ صاحب کے مخالف اس فقرہ کا یہ مطلب لے رہے ہیں۔ کہ خلیفہ صاحب کی اس تقریر میں جس کا ہم نے ذکر کیا تھا۔ سزا سے روحانی سزا نہیں بلکہ جسمانی سزا مراد تھی۔ اور فی الحقیقت اس میں تشدد کی تلقین کی گئی تھی"۔

اس کے بعد جج کہتے ہیں۔ کہ "اس فقرہ کا یہ مفہوم درست نہیں۔ لیکن اس معاملہ کو اچھی طرح واضح کرنے کے لئے نیز خلیفہ صاحب کے متعلق انصاف کو ملحوظ رکھنے کے لئے (to do justice کا یہ ترجمہ صحیح نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ خلیفہ صاحب کے متعلق انصاف کا تقاضا پورا کرنے کے لئے) ہم یہ قرار دیتے ہیں۔ کہ ہم نے وکیل کے اس بیان کو صحیح تسلیم کیا تھا۔ کہ خلیفہ صاحب کی تقریر میں جسمانی طور پر نہیں بلکہ روحانی طور پر سزا کا ذکر تھا ہم نے در اصل اس ملک میں اس قسم کی تقریروں کے متعلق اس خطرہ کا اظہار کیا تھا۔ کہ کسی مذہبی راہنما کے پر جوش پیروان دو قسم کی سزاؤں میں مشکل سے تمیز کر سکتے ہیں"۔ یعنی ہمارا واعظانہ رنگ تھا۔ اس ملک میں لوگ عام طور پر جاہل ہیں۔ اور عین ممکن ہے کہ کسی تقریر میں کسی مذہبی بزرگ کی مراد سزا سے روحانی ہو۔ مگر اس کے جاہل مریدوں میں سے کوئی اس بات کو نہ سمجھ سکے۔ اور وہ جسمانی سزا مراد لے لے۔ پھر وہ لکھتے ہیں۔ کہ "ہم اپنے فیصلہ کے کسی حصہ کو حذف کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ (یعنی جب ہم نے وہ بات کہی ہی نہیں تو حذف کس کو کریں) لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے اس فیصلہ کو جس رنگ میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس کے پیش نظر یہ ضروری ہے۔ کہ آخری حصہ کے مفہوم کی ایسی تشریح کر دی جائے۔ کہ اس کا مطلب غلط نہ لیا جا سکے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے ہمارا یہ فیصلہ فوجداری اپیل ۱۱۲ آف ۱۹۳۷ء کے متعلق ہمارے فیصلہ کے حصہ کے طور پر پڑھا جانا چاہیئے۔ درخواست خارج کی جاتی ہے"

گویا وہ قرار دیتے ہیں کہ آئندہ پہلے فیصلہ کو علیحدہ کوئی شائع نہیں کر سکتا بلکہ اسے ساتھ لگانا ضروری ہے۔ تا ہر پڑھنے والا سمجھ سکے۔ کہ ہمارا کیا مطلب ہے اور وہ قرار دیتے ہیں۔ کہ ہماری اس تشریح کے بغیر جو شائع کرے گا۔ وہ مجرم ہوگا۔ یہ الفاظ کہ درخواست خارج کی جاتی ہے۔ تو ٹیکنیکل اور اصطلاحی الفاظ ہیں اور ان کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم سے کہا گیا ہے کہ ان الفاظ کو منسوخ کر دیں۔ مگر ہم نے وہ الفاظ چونکہ کہے ہی نہیں۔ اسلئے منسوخ کسے کریں یہ بالکل وہی بات ہے کہ بکر زید سے کہتا ہے کہ میں تمہارا ایک ہزار روپیہ اس لئے نہیں دیتا

کر دہ میں تمہارے مکان پر بھجوا چکا ہوں اور اب تک وہ پہنچ بھی چکا ہو گا۔ لیکن زید کہے کہ بکر بد دیانت ہے۔ اسی طرح جج کہتے ہیں۔ کہ ہم درخواست کو مسترد کرتے ہیں۔ کیونکہ اس میں وہ بات حذف کرنے کو کہا گیا ہے جو ہم نے کہی ہی نہیں۔ اور دشمن جو کہتے ہیں۔ کہ ہم نے یہ کہا ہے۔ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ اور آئندہ کے لئے ہم یہ قرار دیتے ہیں۔ کہ ہمارے اس فیصلہ کو بھی سابقہ فیصلہ کا جز سمجھا جائے۔ اور اُسے اس کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے لیکن یہ لوگ عوام کو صرف یہ سناتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب کی درخواست مسترد ہو گئی۔ ان کے حامی اخبارات بھی یہ بات لکھ رہے ہیں۔ اور یہاں قادیان میں مصری صاحب اور ان کے ساتھی بھی یہ کہتے ہیں۔ کہ الحمد للہ درخواست مسترد ہو گئی کیسی عجیب بات ہے۔ ہائیکورٹ کے جج تو یہ کہتے ہیں۔ کہ

مصری اور اس کے ساتھی جھوٹے ہیں

مگر یہ کہتے ہیں۔ کہ الحمد للہ درخواست مسترد ہو گئی ہم تو دعا کرتے ہیں۔ کہ ایسی الحمد للہ کہنے کی توفیق ان کو روز ملتی رہے۔ حکومت اور غیر حکومت کے لوگوں کی طرف سے روز ان کو جھوٹا کہا جائے۔ اور یہ روز الحمد للہ کہتے رہیں۔ مصری صاحب نے اس فیصلہ کے الفاظ سے مراد جسمانی سزا ہی لی تھی۔ چنانچہ اسی بناء پر انہوں نے مجھ پر اعانت قتل کا مقدمہ بھی دائر کر دیا ان کی طرف سے مجھ پر

تین مقدمات اعانت قتل کے

دائر کئے گئے ہیں۔ پہلے ایک ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں دائر کیا۔ جو خارج کر دیا گیا۔ پھر اس کی اپیل عدالت سشن میں کی۔ جسے عدالت سشن نے بھی خارج کر دیا۔ اور لکھا کہ مستغیث کو چونکہ مرزا صاحب سے دشمنی ہے۔ اتنے عرصہ میں وہ جھوٹے گواہ تیار کر سکتا ہے پھر ایک استغاثہ مجسٹریٹ علاقہ کی عدالت میں دائر کیا گیا۔ جسے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے منگوا کر خارج کر دیا۔ ان باتوں سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ دشمن جھوٹ بولنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ باقی

صرف ایک فقرہ

ایسا رہ جاتا ہے۔ اور وہ یہ کہ ججوں نے لکھا ہے۔ کہ احتیاط کرنی چاہئیے۔ مگر اس سے دشمن کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ ملکی قانون کے نگران ملک میں امن کے قیام کو مدنظر رکھتے ہوئے الزام دئے بغیر اگر عام نصیحت کریں۔ تو یہ ان کا حق ہے جب وہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ میں نے جسمانی سزا کا ذکر نہیں کیا۔ تو اگر وہ یہ بھی سمجھتے ہیں۔ کہ انہیں عام پبلک کے فائدہ کے لئے مجھے نہیں۔ بلکہ سب مذہبی لیڈروں کو نصیحت کر دینی چاہئیے۔ کہ ان کے لئے احتیاط ضروری ہے تو اس میں دشمن کے لئے خوشی کا کوئی موقعہ نہیں۔ آخر ہائیکورٹ کے جج یا حکومت کے بعض دوسرے افسر کسی موقعہ کے لحاظ سے اگر اظہار رائے کرنا چاہیں۔ تو انہیں کون روک سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی تحریر کو پڑھکر ایک احمدی تو کہدے گا۔ کہ یہ بالکل اور حرف بحرف صحیح ہے۔ لیکن جو شخص غیر احمدی ہے۔ اور غیر متعصب بھی ہے۔ وہ کسی حصہ کو صحیح اور کسی کو غلط کہیگا۔ تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس نے ہتک کی۔ ہرگز نہیں۔ اس طرح ججوں کے یہ کہنے سے

میری بھی کوئی ہتک نہیں ہو سکتی

سوال تو میری نیت اور ارادہ کا ہے اس کو انہوں نے صاف کر دیا ہے۔ وہ تو یہ کہتے ہیں۔ کہ ہو سکتا ہے۔ کوئی جاہل اس سے یہ مطلب لے لے۔ اس لئے صرف مجھی نہیں بلکہ ہندوستان میں عام طور پر مذہبی لیڈروں کو احتیاط کرنی چاہئیے۔ دشمن تو ان الفاظ کی وجہ سے مجھ پر اعتراض کرتا ہے۔ مگر میں بتاتا ہوں۔ کہ اس سے تو میری

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک اور مشابہت

پوری ہو گئی ہے جس طرح مجھ پر مصری نے اعانت قتل کا مقدمہ دائر کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی ایسا مقدمہ کیا گیا تھا۔ میری نسبت کہا گیا ہے۔ کہ میں نے ایسی تقریر کی جس کے نتیجہ میں قتل ہوا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت کہا گیا تھا۔ کہ آپ نے ایک آدمی بھیجا ہے۔ کہ فلاں شخص کو قتل کراؤ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مقدمہ کا ذکر اپنی کتاب کتاب البریہ میں کیا ہے۔ اور اس کے آخر میں اس مقدمہ کی روئداد اور پھر فیصلہ درج کر دیا ہے۔ اور اسے اپنا معجزہ اور انگریزی انصاف کا نمونہ قرار دیا ہے۔ اور آج تک جماعت احمدیہ بھی اسے معجزہ کے طور پر شائع کرتی آئی ہے۔ اور جس افسر نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ اسے آج تک عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور ولایت میں ہمیشہ پارٹیوں پر اسے بلایا جاتا ہے۔ اس فیصلہ کے آخر میں اس جج نے جسے

انگریزی زمانہ کا پیلاطوس

بلکہ اس سے بھی بڑھکر کہا جاتا ہے۔ یہ الفاظ لکھے ہیں:۔

"ہم اس موقعہ پر مرزا غلام احمد کو بذریعہ نوٹس کے جس کو انہوں نے خود پڑھ لیا۔ اور اس پر دستخط کر دئے ہیں۔ باضابطہ طور سے متنبہ کرتے ہیں۔ کہ ان مطبوعہ دستاویزات سے جو شہادت میں پیش ہوئی ہیں۔ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اشتعال اور غصہ دلانیوالے رسالے شائع کئے ہیں۔ جن سے ان لوگوں کی ایذا منصور ہے۔ جن کے مذہبی خیالات اس کے مذہبی خیالات سے مختلف ہیں جو اثر کہ اس کی باتوں سے اس کے بے علم مریدوں پر ہوگا۔ اس کی ذمہ داری ان پر ہی ہوگی۔ اور ہم انہیں متنبہ کرتے ہیں۔ کہ جب تک وہ زیادہ میانہ روی کو اختیار نہ کرینگے۔ وہ قانون کے رو سے بچ نہیں سکتے۔ بلکہ اس کی زد کے اندر آجاتے ہیں" صفحہ ۲۶۱

اس فیصلہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام معجزانہ قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اس میں اصل الزام کو غلط قرار دیا گیا ہے۔ مگر دیکھ لو کہ اس فیصلہ میں ویسے ہی لفظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں لکھے گئے ہیں۔ کہ جیسے مقدمہ بنام عزیز احمد میں میری نسبت لکھے گئے ہیں بلکہ مسٹر ڈگلس کے لفظ زیادہ سخت ہیں کیپٹن ڈگلس نے بھی یہ لکھا ہے۔ کہ بے علم مرید حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں سے دھوکا کھا سکتے ہیں۔ اس لئے آپ کو احتیاط کرنی چاہئیے۔ اور ہائیکورٹ نے بھی عام واعظانہ رنگ میں یہ بات کہی ہے۔ کہ مذہبی لیڈروں کو احتیاط کرنی چاہئیے۔ ہاں الفاظ کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے۔ کہ کیپٹن ڈگلس نے ہائی کورٹ کے ججوں سے زیادہ سخت لفظ استعمال کئے ہیں۔

مگر پھر بھی مصری اور ان کے رفقاء خوش ہیں کہ مرزا محمود احمد کی ذلت ہو گئی اس کی اپیل مسترد ہو گئی۔ اگر یہ الفاظ سخت ہیں۔ اور ان سے ہتک ہوتی ہے تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں کیا اعتقاد رکھتے ہیں؟

پنجابی میں کہتے ہیں۔ کہ دھی اے نی میں تینوں کواں۔ نوہیں نی۔ تو کن رکھ۔ یعنی ماں اپنے بیٹے کے ڈر کی وجہ سے کہ وہ لڑائی کرے گا۔ اور بیوی کی مدد کرے گا بہو کو تو کچھ نہیں کہتی۔ بلکہ گالیاں دیتے وقت اپنی لڑکی کو مخاطب کر لیتی ہے۔ اور دراصل اس کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ بہو کو سنائے میں سمجھتا ہوں یہی حال ان لوگوں کا ہے۔ اصل میں یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بدظن ہو چکے ہیں۔ مگر آپ کو براہ راست گالیاں دیں تو جماعت ان سے بدظن ہو جائے۔ اس لئے یہ لوگ ایسے امور کو سامنے رکھکر جن میں مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مشابہت ہے مجھے گالیاں دیتے ہیں۔ اور اس طرح

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں

دینے کے لئے راستہ صاف کرتے ہیں۔

اگر ان میں تقوےٰ ہوتا۔ تو وہ یہ غور کرتے کہ آخر اس شخص کو ہر بات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیوں مشابہت حاصل ہو رہی ہے۔ اور سمجھتے کہ آخر کیا بات ہے کہ جو مجھ پر اعتراض کرتا ہے۔ وہ مجبور ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی

اعتراض کرے۔

مصری صاحب نے اپنے اشتہار "بڑا بول" میں میرے ان الفاظ کو کہ مجھے یہ یقین ہے کہ جو شخص مجھے چھوڑتا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چھوڑتا ہے۔ اور جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چھوڑتا ہے۔ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑتا ہے۔ اور جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑتا ہے۔ وہ خدا تعالےٰ کو چھوڑتا ہے" "بڑی تعلی اور بڑا غلو" کہا ہے۔ مگر وہ دیکھ لیں کہ جو اعتراض وہ مجھ پر کرتے ہیں اس سے زیادہ سخت اعتراض حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر پڑتا ہے۔ یا نہیں اور یہ امر اس الہٰی قانون کے ماتحت ہے۔ کہ جب تم ایک صداقت پر حملہ کرو۔ تو وہ حملہ ضرور دوسری صداقت پر بھی پڑتا ہے خلاصہ یہ کہ اگر اس قسم کے فقروں سے ذلت ہو سکتی ہے جو ہائیکورٹ کے فیصلہ میں تھے۔ تو مصری صاحب

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے متعلق کیا کہتے ہیں

کیونکہ جو فقرے میرے متعلق لکھے گئے ہیں ان سے زیادہ سخت حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے متعلق لکھے گئے ہیں۔

پس اس واقعہ سے تو میری حضرت مسیح موعود علیہ السّلام سے مشابہت ثابت ہوتی ہے۔ نہ یہ کہ مجھ پر اعتراض پڑتا ہے۔

بلکہ عقلمند انسان کے لئے تو اس فیصلہ میں

ایک سے زیادہ مشابہتیں

ہیں۔ ۱۔ وہ مشابہت ہے۔ جو میں بتا چکا ہوں۔ یعنی ایک ہی قسم کے الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اور میرے متعلق عدالت نے استعمال کئے ہیں

۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی سازش قتل کا الزام لگایا گیا اور میرے متعلق بھی اور اسی سلسلہ میں یہ الفاظ لکھے گئے

۳۔ جن مجسٹریٹ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اس قسم کے الفاظ استعمال کئے تھے۔ ان کا نام کیپٹن ڈگلس تھا۔ اور جس جج نے میرے متعلق اس قسم کے لفظ استعمال کئے ہیں ان کا نام بھی سر ڈگلس ہے۔

اب تم غور کرو۔ کہ یہ باریک سے باریک مشابہتیں کون پیدا کرا رہا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ موسیٰ کی پیشگوئیاں جو تیرے حق میں پوری ہو رہی ہیں۔ کیا تو مدین میں موجود تھا۔ یا تو طور پر موجود تھا۔ کہ موسیٰ سے یہ باتیں تو نے کہلائیں۔ اسی طرح میں بھی کہتا ہوں۔ کہ مَیں تو اس وقت بچہ تھا۔ کیا میں نے مارٹن کلارک اور دوسرے پادریوں کو کہدیا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایسا مقدمہ کریں۔ پھر کیا میں نے عبدالحمید کو اس قسم کا بیان دینے کے لئے تیار کر لیا تھا۔ اور پھر میں نے گورنمنٹ کو کہدیا۔ کہ ڈگلس نام کے ایک مجسٹریٹ کی عدالت میں اس کی سماعت کرائے۔ اور پھر کیا اب بھی میں نے یہ کوشش کی تھی۔ کہ اس نام کے چیف جسٹس اس صوبہ میں آئیں۔ اور وہ مقدمہ عزیز احمد کی سماعت خود کریں۔

پھر کیا میں نے ہی مصری صاحب سے کہا تھا۔ کہ وہ مجھ پر قتل کا دعوےٰ کر دیں تاکہ میری مشابہت حضرت مسیح موعود علیہ السّلام سے ثابت ہو جائے۔ اگر یہ سب باتیں منصوبہ ہیں۔ تو پھر مصری صاحب بھی اس میں شامل ہیں۔ اور وہ مخالفت سے نہیں بلکہ جان کر مجھ سے الگ ہوئے ہیں۔ تاکہ وہ ایسی مشابہت کے سامان پیدا کریں۔

کہا جا سکتا ہے کہ جس مجسٹریٹ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدمہ کا فیصلہ کیا تھا۔ ان کے نام کا آخری حصہ ڈگلس تھا۔ اور موجودہ چیف جسٹس کے نام کا یہ پہلا حصہ ہے۔ اور یہ فرق ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ نے اس کا علاج بھی کر دیا ہے۔ اور وہ یہ کہ جن صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدمہ کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ مسٹر تھے۔ اور چیف جسٹس صاحب نائٹ ہیں۔ اور انگریزی قوم کا دستور ہے۔ کہ جو نائٹ نہ ہوں ان کے نام کا آخری حصہ بولا جاتا ہے اور جو نائٹ ہوں ان کے نام کا پہلا حصہ پکارا جاتا ہے۔ اس طرح بولنے میں وہ صاحب کیپٹن ڈگلس کہلائیں گے اور چیف جسٹس صاحب سر ڈگلس کہلائیں گے اور نام کی مشابہت بولنے کے ذریعہ سے پوری طرح قائم رہیگی۔

غرض اس مقدمہ نے بھی میری حضرت مسیح موعود علیہ السّلام سے مشابہت ثابت کی ہے۔ اور یہ امر

دشمن کیلئے یقیناً ذلّت کا موجب

ہے۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود مصری صاحب اور ان کے ساتھی یہی کہتے پھرتے ہیں کہ اپیل مسترد ہو گئی۔ بڑی ذلت ہوئی حالانکہ یہ استرداد بالکل ایسا ہی ہے جیسے ہم کسی سے کہیں کہ معافی مانگو تم نے گالی دی ہے۔ تو وہ کہے کہ میں نے تو گالی دی ہی نہیں۔ معافی کیسی مانگوں۔ اگر تو ہائیکورٹ کے جج کہتے۔ کہ اس خطبہ میں سزا سے مراد جسمانی سزا ہی ہے۔ مگر ہم اپنے الفاظ واپس نہیں لے سکتے۔ پھر تو مصریوں کا اعتراض صحیح ہو سکتا تھا۔ مگر جب وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے تو یہ الفاظ کہے ہی نہیں۔ تو پھر صرف یہ کہتے چلے جانا کہ درخواست مسترد ہو گئی۔ کس قدر دھوکا ہے۔

ان لوگوں کی

دیانتداری اور تقویٰ کا حال

اور بہت سی باتوں سے بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ یہ لوگ واقعات کو بالکل غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ اور چھپے ہوئے حوالہ جات کو پیش کرتے ہوئے بھی بددیانتی سے نہیں رکتے۔ مثلاً شیخ مصری صاحب نے مجھ پر جو استغاثہ دائر کیا تھا۔ اس میں مجھ پر یہ الزام لگایا تھا۔ کہ گویا میں نے خطبات کے ذریعہ سے قتل کی تحریک کی ہے۔ اور ثبوتوں میں سے ایک ثبوت کے طور پر ۲۳ رمئی ۱۹۳۷ء کے ایک خطبہ کو پیش کیا تھا۔ اور لکھا تھا کہ مرزا محمود احمد نے اپنے اس خطبہ میں کہا ہے کہ یاد رکھو دنیا میں قیام امن دو ذرائع سے ہوتا ہے۔ یا اس وقت جب مار کھانے کی طاقت انسان میں پیدا ہو جائے یا جب دوسرے کو مارنے کی طاقت انسان میں پیدا ہو جائے۔ درمیانی دوغلہ کوئی چیز نہیں اگر ان دونوں عقیدوں کے چالیس چالیس آدمی بھی میسر آجائیں تو ہم دنیا کو ڈرا سکتے ہیں۔ اگر چالیس آدمی ایسے میسر آجائیں جو مار کھانے کی طاقت اپنے اندر رکھتے ہوں۔ تو وہ دنیا کو ڈرا سکتے ہیں۔ اور اگر چالیس آدمی ایسے میسر آجائیں۔ جو مارنے کی طاقت اپنے اندر رکھتے ہوں تو وہ بھی دنیا کو ڈرا سکتے ہیں۔

بہادر وہ ہے۔ جو اگر مارنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ تو مار کر پیچھے ہٹتا ہے۔ اور پکڑا جاتا ہے۔ تو دلیری سے سچ بولتا ہے۔ اور اگر مار کھانے کا فیصلہ کرتا ہے۔ تو پھر جوش میں نہیں آتا۔ اور اپنے نفس کو شدید اشتعال کے وقتوں میں بھی قابو میں رکھتا ہے۔

پس اگر تم جینا چاہتے ہو۔ تو دونوں میں سے ایک اصل اختیار کرو۔

مَیں پھر ایک دفعہ کھول کھول کر بتا دیتا ہوں۔ کہ شریفانہ اور عقلمندانہ طریق دو ہی ہوتے ہیں۔ یا انسان کو مرنا آتا ہو۔ یا انسان کو مارنا آتا ہو اگر کوئی انسان سمجھتا ہے۔ کہ اس میں مارنے کی طاقت ہے۔ تو میں اس سے کہوں گا۔ کہ اے بے شرم تو آگے کیوں نہیں جاتا۔ اور اس منہ کو کیوں توڑ نہیں دیتا۔ جس مونہہ سے تو نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کو گالیاں دلوائی ہیں۔ گندے سے گندے الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسّلام کے متعلق کہے جاتے ہیں۔ تم خود دشمن سے وہ الفاظ کہلواتے ہو۔ اور پھر تمہاری تگ و دو یہیں تک آکر ختم ہو جاتی ہے۔ کہ گورنمنٹ سے کہتے ہو۔ وہ تمہاری مدد کرے۔ وہ تمہارے صبر کو بزدلی پر محمول کریں گے۔ تمہارا گورنمنٹ کے پاس شکایت کرنا بالکل بے سود ہے"

یہ الفاظ ہیں۔ جو مصری صاحب نے میری طرف منسوب کئے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ میرا

خطبہ "الفضل" ۵ ۔ جون ۱۹۳۷ء میں دس صفحات پر شائع ہوا ہے اور انہوں نے اس دس صفحہ کے خطبہ میں سے یہ الفاظ کہیں کہیں سے کاٹ کر لکھ دیئے ہیں ۔ میں

اس خطبہ کا موضوع

بتا دیتا ہوں ۔ تا اس کے سمجھنے میں آسانی ہو ۔ بات یہ ہے ۔ کہ یہاں آریوں کا ایک جلسہ ہوا ۔ جس کے سلسلہ میں انہوں نے جلوس نکالا ۔ اور اس میں لیکھرام زندہ باد کے نعرے لگائے ۔ اس پر ایک احمدی نے جو وہاں کھڑا تھا ۔ مرزا غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) زندہ باد کے نعرے لگائے ۔ اور بعض مقامی افسروں نے افسرانِ بالا کے پاس شکایت کی ۔ کہ احمدیوں نے اس موقعہ پر اشتعال انگیز رویہ اختیار کیا ۔ میں اس وقت سندھ میں تھا ۔ میرے پاس ایک احمدی نے یہ شکایت لکھ کر بھیجی ۔ کہ مقامی پولیس والے ہمارے خلاف کیسی کیسی شرارتیں کر رہے ہیں ۔ کہ ایک احمدی نے مرزا غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) زندہ باد کا نعرہ لگایا تھا ۔ مگر وہ یہ کہہ رہی ہے ۔ کہ اس نے لیکھرام مُردہ باد کہا تھا ۔ اس پر میں نے سندھ سے واپس آکر یہ خطبہ پڑھا ۔ اور اس خطبہ کا مضمون یہ ہے ۔ کہ اس احمدی نے اگر مرزا غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) زندہ باد کہا ۔ تو بھی غلطی کی اس لئے کہ اگر آریہ ہمارے کسی جلسہ میں آکر لیکھرام زندہ باد کہیں ۔ تو ہمیں اس پر غصہ آئے گا ۔ یا نہیں ۔ اسی طرح ان کے جلوس کے موقعہ پر مرزا غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) زندہ باد کہنا بھی ان کے لئے اشتعال کا موجب تھا سو خطبہ کا مضمون تو یہ ہے ۔ مگر وہ کہتے ہیں ۔ کہ میں نے کہا ہے ۔ کہ جاؤ اور جا کر مخالفوں کو مار دو ۔ غور کرو ۔ ان دونوں باتوں میں کوئی بھی جوڑ ہے ۔ میں تو کہتا ہوں ۔ کہ اس احمدی کو مرزا غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) زندہ باد بھی اس موقعہ پر نہیں کہنا چاہیئے تھا ۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ تلقین کی ہے ۔ کہ جاؤ اور جا کر مخالفوں کو مار دو ۔

اب دیکھو ۔

میرے الفاظ کس طرح کاٹے گئے

ہیں ۔ میری عبارت یوں ہے (مصری صاحب کے نقل کردہ حصہ کو خالی چھوڑ دیا گیا ہے ۔ اور جو حصہ انہوں نے جان بوجھ کر چھوڑ دیا ہے ۔ تا کہ لوگوں کو دھوکا لگے ۔ اس کے نیچے لکیر کھینچ دی گئی ہے ۔ تا دوستوں کو معلوم ہو جائے ۔ کہ کس قدر خیانت سے کام لیا گیا ہے)

"یاد رکھو ۔ دُنیا میں قیام امن دو ذرائع سے ہوتا ہے ۔ یا اس وقت جب مار کھانے کی طاقت انسان میں پیدا ہو جائے ۔ یا جب دوسرے کو مارنے کی طاقت انسان میں پیدا ہو جائے ۔ درمیانی دوغلہ کوئی چیز نہیں ۔ اب جو کچھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم سے میں سمجھتا ہوں ۔ وہ یہ ہے کہ ہم میں مار کھانے کی طاقت ہونی چاہیئے ۔ بالکل ممکن ہے ۔ تم میں سے بعضوں کا خیال یہ ہو ۔ کہ ہم میں مارنے کی طاقت ہونی چاہیئے ۔ میں اسے غیر معقول نہیں کہتا ۔ ہاں غلط ضرور کہتا ہوں ۔ یہ ضرور کہتا ہوں ۔ کہ اس نے قرآن کو نہیں سمجھا ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو نہیں سمجھا ۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے مارنے کے لئے جو شرائط رکھی ہیں ۔ وہ اس وقت ہمیں میسر نہیں ۔ پس کم سے کم میں اسے شرارتی یا پاگل نہیں کہوں گا ۔ میں زیادہ سے زیادہ یہی کہوں گا ۔ کہ اس کی ایک رائے ہے ۔ جو میری رائے سے مختلف ہے ۔ لیکن تمہاری یہ حالت ہے ۔ کہ تم میں سے ایک شخص کہتا ہے ۔ کہ دشمن کو سزا دینی چاہیئے ۔ اور پھر جب وہ ہماری تعلیم کے صریح خلاف کوئی ایسی حرکت کر بیٹھتا ہے ۔ تو بھاگ کر ہمارے پاس آتا ہے ۔ اور کہتا ہے ۔ کہ مجھے بچانا ۔ مجھے بچانا ۔ آخر جماعت تمہیں کیوں بچائے ۔ کیا تم نے جماعت کے نظام کی پابندی کی ۔ یا اپنے جذبات پر قابو رکھا ۔ اور اگر تم اس خیال کے قائل نہیں تھے ۔ تو پھر تمہیں ہمارے پاس بھاگ کر آنے کی کیا ضرورت ہے ۔ تمہیں چاہیئے کہ تم دلیری دکھاؤ ۔ اور اپنے جرم کا اقرار کرو ۔

(اوپر کی نشان کردہ عبارت کو مصری صاحب نے چھوڑ دیا ہے ۔ اور اگلی عبارت اس کے ساتھ جوڑ دی ہے)

اگر ان دونوں عقیدوں کے چالیس چالیس آدمی بھی میسر آجائیں ۔ جو مار کھانے کی طاقت اپنے اندر رکھتے ہوں ۔ تو وہ دُنیا کو ڈرا سکتے ہیں ۔ اور اگر چالیس آدمی ایسے میسر آجائیں جو مارنے کی طاقت اپنے اندر رکھتے ہوں ۔ تو وہ بھی دُنیا کو ڈرا سکتے ہیں (اس کے آگے کی عبارت پھر انہوں نے چھوڑ دی ہے)

مگر تمہاری حالت یہ ہے ۔ کہ جب تم میں سے بعض دشمن سے کوئی گالی سنتے ہیں ۔ تو ان کے مونہہ میں جھاگ بھر آتی ہے ۔ اور وہ کود کر اس پر حملہ کر دیتے ہیں ۔ لیکن اسی وقت ان کے پیر پیچھے کی طرف پڑ رہے ہوتے ہیں ۔ تم میں سے بعض تقریر کے لئے کھڑے ہوتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں ہم مر جائیں گے ۔ مگر سلسلہ کی ہتک برداشت نہیں کریں گے ۔ لیکن جب کوئی ان پر ہاتھ اٹھاتا ہے ۔ تو پھر اِدھر اُدھر دیکھنے لگتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں ۔ بھائیو ۔ کچھ روپے ہیں ۔ کہ جن سے مقدمہ لڑا جائے ۔ کوئی وکیل ہے جو وکالت کرے ۔ بھلا ایسے خفشوں نے بھی کسی قوم کو فائدہ پہنچایا ہے ۔

(اس کے بعد ذیل کی عبارت انہوں نے پہلی عبارت سے جوڑ دی ہے)

بہادر وہ ہے ۔ جو اگر مارنے کا فیصلہ کرتا ہے ۔ تو مار کر پیچھے ہٹتا ہے اور پکڑا جاتا ہے ۔ تو دلیری سے سچ بولتا ہے ۔ اور اگر مار کھانے کا فیصلہ کرتا ہے ۔ تو پھر جوش میں نہیں آتا ۔ اور اپنے نفس کو شدید اشتعال کے وقتوں میں بھی قابو میں رکھتا ہے ۔ پس اگر تم جتنا چاہتے ہو ۔ تو دونوں میں سے ایک اصل اختیار کرو ۔

(اس کے بعد ذیل کی عبارت ہے ۔ جو مصری صاحب نے حذف کر دی ہے اس کو ساتھ ملا کر پڑھو ۔ اور دیکھو ۔ کہ یہ مصلح ہونے کا دعوےٰ کرنے والا کس تقوےٰ کا مالک ہے)

جو کچھ میں سمجھتا ہوں ۔ اور میں جانتا ہوں ۔ کہ میں سچ سمجھتا ہوں" وہ یہ ہے ۔ کہ بہادر بنو ۔ مگر اس طرح کہ مار کھانے کی عادت ڈالو ۔ اور امام کے پیچھے ہو کر دشمن سے جنگ کرو ۔ ہاں جب وہ کہے ۔ کہ اب لڑو ۔ اس وقت بے شک لڑو ۔ لیکن جب تک تمہیں امام لڑائی کا حکم نہیں دیتا ۔ اس وقت تک دشمن کو سزا دینے کا تمہیں اختیار نہیں ۔ لاٹھی ۔ اور سوٹے سے نہیں ۔ بلکہ ایک ہلکا سا تھپڑ مارنا بھی تمہارے لئے جائز نہیں ۔ بلکہ میں کہتا ہوں ۔ تھپڑ تو الگ رہا ۔ ایک گلاب کے پھول سے بھی تمہیں دشمن کو اس وقت تک مارنے کی اجازت نہیں ۔ جب تک امام تمہیں لڑائی کی اجازت نہ دے ۔ لیکن اگر تمہارا یہ عقیدہ نہیں تب بھی میں شریف انسان تمہیں تب سمجھونگا اگر تمہارا یہ دعویٰ ہو ۔ کہ گالی دینے والے دشمن کو ضرور سزا دینا چاہیئے ۔ اور تم اس گالی دینے والے کے جواب میں سخت کلامی کرتے ہو ۔ اور اس سے جوش میں آکر وہ پھر اور بدکلامی کرتا ہے تو پھر تم مٹ جاؤ ۔ اور اپنے آپ کو فنا کر دو ۔ لیکن اس مونہہ کو توڑ دو جس مونہہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے گالی نکلی تھی ۔ کیونکہ اس کو خاموش کرانا تمہارا ہی فرض ہے ۔ کیونکہ تمہارے ہی عمل سے اس نے مزید گالیاں دی ہیں ۔ کیا تمہیں شرم نہیں آتی ۔ کہ تم ایک سخت بدلگام دشمن کا جواب دیکر اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دلواتے ہو ۔ اور پھر خاموشی سے گھروں میں بیٹھے رہتے ہو ۔ اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر بھی حیا ہے ۔ اور تمہارا سچ مچ یہ عقیدہ ہے کہ دشمن کو سزا دینی چاہیئے ۔ تو پھر یا تم دُنیا سے مٹ جاؤ ۔ یا گالیاں دینے والے کو مٹا دو ۔

مگر ایک طرف تم جوش اور بہادری کا دعوےٰ کرتے ہو۔ اور دوسری طرف بزدلی اور دون ہمتی کا مظاہرہ کرتے ہو۔ میں تو ایسے لوگوں کے متعلق یہی کہتا ہوں۔ کہ وہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دلواتے ہیں اور وہ آپ سلسلہ کے دشمن اور خطرناک دشمن ہیں۔ اگر کسی کو مارنا پیٹنا جائز ہوتا تو میں کہتا کہ ایسے لوگوں کو بازار میں کھڑا کر کے خوب پیٹنا چاہیئے۔ کیونکہ وُہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ گالیاں دلواتے ہیں۔ اور پھر مخلص اور احمدی کہلاتے پھرتے ہیں۔“

(اس کے آگے کچھ عبارت اس مضمون کی تائید میں ہے۔ جسے بخوف طوالت چھوڑا جاتا ہے۔ مصری صاحب نے اس سب عبارت کو اپنے مخصوص اغراض کی وجہ سے حذف کر کے ذیل کا فقرہ چن کر پہلے بیان کردہ فقرہ سے جا ملایا ہے) پس میں پھر ایک دفعہ کھول کھول کر بتا دیتا ہوں۔ کہ شریفانہ اور عقلمندانہ طریق دو ہی ہوتے ہیں۔ یا انسان کو مرنا آتا ہو یا انسان کو مارنا آتا ہو۔ (اس کے بعد کے فقرات جو ان کے مضمون کے غلط ہونے کو روز روشن کی طرح ثابت کر دیتے ہیں۔ انہوں نے پھر حذف کر دیئے ہیں اور وہ یہ ہیں) ہمارا طریقہ مرنے کا ہے مارنے کا نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالےٰ نے ابھی اس مقام پر رکھا ہوا ہے۔ کہ مر جاؤ مگر اپنی زبان نہ کھولو۔ کیا تم نے جہاد پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظم نہیں پڑھی۔ اس میں کس وضاحت سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتا دیا ہے۔ کہ اگر جہاد کا موقعہ ہوتا تو خدا تعالےٰ تمہیں تلوار کیوں نہ دیتا۔ اس کا تلوار نہ دینا بتاتا ہے۔ کہ یہ تلوار سے جہاد کا موقعہ نہیں۔ اسی طرح اگر تمہارے لئے مارنے کا مقام ہوتا تو تمہیں اس مونہہ کے توڑنے کی طاقت اور اس کے سامان بھی ملتے۔ جس مونہہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ مگر تمہیں اس کی توفیق نہیں دی گئی۔ اور سامان نہیں دیئے گئے۔ پس معلوم ہؤا کہ تمہارے لئے اللہ تعالےٰ نے یہی مقام مقدر کیا ہے کہ تم گالیاں سنو اور صبر کرو۔

(اوپر کی عبارت کو چھوڑ کر پھر مصری صاحب نے ذیل کا فقرہ چن لیا ہے) اور اگر کوئی انسان سمجھتا ہے۔ کہ اس میں مارنے کی طاقت ہے۔ تو میں اسے کہوں گا کہ اے بے شرم تو آگے کیوں نہیں جاتا۔ اور اس مونہہ کو کیوں توڑ نہیں دیتا۔ جس مونہہ سے تو نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دلوائی ہیں۔ گندے سے گندے الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کہے جاتے ہیں۔ تم خود دشمن سے وُہ الفاظ کہلواتے ہو۔ اور تمہاری تگ و دو یہیں تک آکر ختم ہو جاتی ہے۔ کہ گورنمنٹ سے کہتے ہو وہ تمہاری مدد کرے۔

(آگے ذیل کی عبارت پھر انہوں نے چھوڑ دی ہے۔) گورنمنٹ کو کیا ضرورت ہے کہ وہ تمہاری مدد کرے۔ کیا اس کا اور تمہارا مذہب ایک ہے یا اس کی تمہاری سیاست ایک ہے۔ گورنمنٹ اگر ہمدردی کرے گی۔ تو ان لوگوں کی جو تمہارے دشمن ہیں۔ کیونکہ وہ اکثریت میں ہیں اور تم اقلیت میں اور گورنمنٹوں کو اکثریت کی خوشنودی کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس گورنمنٹ کو تم سے کس طرح ہمدردی ہو سکتی ہے۔ اس کو تو اسی وقت تک ہمدردی تمہارے ساتھ ہو سکتی ہے۔ جب تک تم خاموش رہو۔ اور دشمن کے مقابلہ میں صبر سے کام لو۔ اور اس صورت میں بھی صرف شریف حاکم تمہاری مدد کریں گے۔ اور کہیں گے انہوں نے ہمیں فتنہ و فساد سے بچا لیا۔ مگر یہ خیال کرنا کہ گورنمنٹ اس وقت مدد کرے۔ جب دشمن تم کو گالیاں دے رہا ہو۔ اور تم جواب میں اسے گالیاں دے رہے ہو۔ نادانی ہے۔ اس وقت اس کی ہمدردی اکثریت کے ساتھ ہوگی۔ کیونکہ وہ جانتی ہے اقلیت کچھ نہیں کر سکتی۔ پس گورنمنٹ سے اسی صورت میں تم امداد کی توقع کر سکتے جب خود قربانی کر کے لڑائی اور جھگڑے سے بچو۔ اور اس وقت بھی صرف شریف افسر تم سے ہمدردی کریں گے۔ اور کہیں گے انہوں نے ہماری بات مان لی۔ اور خاموش رہ کر اور صبر کر کے فتنہ و فساد کو بڑھنے نہ دیا۔ مگر رذیل حکام پھر بھی تمہارے ساتھ لڑیں گے۔ اور کہیں گے کیا ہؤا اگر دشمن کا تھپڑ انہوں نے کھا لیا۔ وہ زیادہ تھے اور یہ تھوڑے۔ اگر اکثریت سے ڈر کر تھپڑ کھا لیا ہے۔ تو یہ کوئی خوبی نہیں۔

(یہاں تک کی عبارت کو حذف کر کے مصری صاحب نے اگلا فقرہ نقل کر دیا ہے۔) پس وہ تمہارے صبر کو بزدلی پر محمول کریں گے۔ (اس کے بعد یہ فقرہ حذف کر دیا ہے) ”اور تمہاری خاموشی کو کمزوری کا نتیجہ قرار دیں گے پس“ (اس کے بعد ذیل کا فقرہ نقل کر دیا ہے) ”تمہارا گورنمنٹ کے پاس شکائت کرنا فضول ہے۔“

اب دیکھ لو میرے فقروں کو کس طرح توڑ مروڑ کر اور کانٹ چھانٹ کر کوئی ٹکڑا کہیں سے اور کوئی کہیں سے کر پیش کیا ہے۔ اور پھر یہ شخص کہتا ہے۔ کہ میں

مصلح کی حیثیت سے کھڑا ہوا

ہوں۔ یاد رکھو۔ دین کی اصلاح صرف وہی کر سکتا ہے جو سچائی کی مضبوط چٹان پر قائم ہو۔ اور اس کی دیانت تو اسی سے ظاہر ہے۔ کہ میں تو کہتا ہوں کہ مارنا اور فساد کرنا قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہے۔ احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ میری تعلیم کے خلاف ہے۔ لیکن جو اس تعلیم کو غلط سمجھتا ہے۔ وُہ خود ذمہ وار ہے۔ وُہ ہمارے ساتھ کیوں شامل ہے۔ یہ بالکل غیر شریفانہ بات ہے۔ کہ وہ شامل تو ہم میں ہے مگر کام غیروں والے کرتا ہے۔ اور کہ میری رائے تو یہی ہے۔ لیکن اگر کوئی اس سے مخالف رائے رکھتا ہے۔ تو اسکی ذمہ واری اسی پر ہونی چاہیئے۔ جماعت اسے کیوں بچائے۔ کیا اس نے نظام کی پابندی کی ہے۔ پھر میں تو یہ کہتا ہوں کہ دنیا میں انسان کو شرافت اور سچائی اختیار کرنی چاہیئے۔ اور اگر وہ کسی کو مارنا چاہیے تو ہمارے ساتھ شامل نہ رہے۔ ان لوگوں میں چلا جائے۔ جو ایسا عقیدہ رکھتے ہیں۔ یہ

دوغلہ پن ٹھیک نہیں

کہ ملا تو رہے ہم میں اور کام وہ کرے جو ہم جائز نہیں سمجھتے۔ مگر یہ صاحب بیچ میں سے کئی کالم کے مضمون چھوڑ کر ایسے رنگ میں بات کو پیش کرتے ہیں کہ گویا میں یہ کہہ رہا ہوں۔ کہ مخالفوں کو مارو اور ان کو فنا کر دو۔ بے شک ایک جگہ میں نے کہا ہے۔ کہ اگر ایسے چالیس آدمی میسر آجائیں۔ تو ہم دنیا کو ڈرا سکتے ہیں لیکن یہ اردو کا محاورہ ہے۔ کہ جب قانون بیان کرنا ہو تو اس موقعہ پر بھی ”ہم“ کا لفظ استعمال کر دیتے ہیں۔ انگریزی میں ایسے موقعہ پر ایک کا لفظ استعمال کر دیتے ہیں۔ عربی میں یہ محاورہ ہے۔ مثلاً حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تم“ انصار یہ کہہ سکتے ہو۔ کہ ہم نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اس وقت پناہ دی۔ جب اس کے وطن والوں نے اسکو نکال دیا۔ مگر اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ تم میں سے بعض منافق طبع یوں کہہ سکتے ہیں اسی طرح ان الفاظ میں کہ اگر ان دونوں عقیدوں کے چالیس چالیس آدمی بھی میسر آجائیں تو ہم دنیا کو ڈرا سکتے ہیں۔ ایک قانون بیان کیا گیا ہے۔ ایک قاتل یا ڈاکو اٹھتا ہے۔ تو تمام علاقے میں دہشت پیدا کر دیتا ہے اسی طرح میں نے یہ کہا ہے۔ کہ اگر تم میں سے کوئی ڈاکو بننا چاہتا ہے۔ تو اسے چاہیئے کہ جا کر ڈاکوؤں میں شامل ہو۔ لیکن اگر ہمارے ساتھ رہنا ہے۔ تو پھر مار کھاؤ لیکن میرے ان الفاظ کو انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔ اور اس سارے مضمون کو نظر انداز کر کے پھر ان الفاظ کو نقل کر دیا ہے کہ ”بہادر وہ ہے جو اگر مارنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ تو مار کر پیچھے ہٹتا ہے“۔ حالانکہ ان الفاظ میں تو میں نے

انسانی فطرت کا ذکر

کیا ہے۔ کیا دنیا میں ایسے لوگ نہیں گذرے۔ سکندر اور نپولین وغیرہ ایسے ہی لوگ تھے۔ ایمان سے باہر بھی تو بہادری کے اظہار کے ذرائع ہیں۔ اسی کا میں نے ذکر کیا ہے۔ ان الفاظ میں مومنوں کا میں نے ذکر نہیں کیا۔ کہتے ہیں۔ سکھ بڑے بہادر ہوتے ہیں۔ تو کیا اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ وہ سچے مومن ہوتے ہیں۔ یہ تو عام دنیوی اخلاق ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

پھر میں نے کہا تھا۔ کہ "ان دونوں میں سے ایک اصل اختیار کرو۔ جو کچھ میں سمجھتا ہوں۔ اور میں جانتا ہوں۔ کہ میں سچ سمجھتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ بہادر بنو مگر اس طرح کہ

مار کھانے کی عادت ڈالو"

اگر ان الفاظ کو وہ ساتھ نقل کر دیتے تو میرا مطلب واضح ہو جاتا۔ اس لئے ان الفاظ کو انہوں نے چھوڑ دیا ہے اسی طرح میں نے تو لکھا تھا۔ کہ اگر تم جیتنا چاہتے ہو" مگر انہوں نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے کہ اگر تم جینا چاہتے ہو جس سے ان کی غرض یہ ہے کہ ذہن خالص احمدی نقطۂ نگاہ کی طرف پھیرے عام قانون کی طرف لوگوں کی توجہ نہ ہو۔

یہ مصری صاحب کا حال ہے۔ وہ اس طرح بد دیانتی کے ساتھ میرے فقروں کو پیش کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ دعویٰ کرتے جاتے ہیں کہ امام جماعت احمدیہ اور جماعت احمدیہ کا ایک حصہ گندہ ہو گیا ہے۔ اور مصری صاحب اس کی اصلاح کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ ایک اور میرا فقرہ یہ ہے۔ کہ "شریفانہ اور عقلمندانہ طریق دو ہی ہوتے ہیں۔ یا انسان کو مرنا آتا ہو۔ یا انسان کو مارنا آتا ہو۔" ان الفاظ کو تو نقل کر دیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ کا فقرہ کہ "ہمارا طریقہ مرنے کا ہے" چھوڑ دیا ہے۔ اس سے آگے جا کر میں نے کہا ہے۔ کہ "تم گالیاں سنو۔ اور صبر کرو۔" اسے چھوڑ کر اس کا یہ حصہ درج کر دیا ہے۔ "اسے بے شرم تو آگے کیوں نہیں جاتا اور اس منہ کو کیوں توڑ نہیں دیتا۔ جس منہ سے تو نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دلوائی ہیں۔" پھر اس سے آگے یہ فقرہ نقل کر کے کہ گورنمنٹ تمہاری مدد نہیں کرے گی۔ یہ فقرہ نقل کر دیا ہے کہ وہ تمہارے صبر کو بزدلی پر محمول کریں گے۔ حالانکہ یہ فقرہ گورنمنٹ کے متعلق نہیں۔ بلکہ جیسا کہ میں نے درمیان میں نقل کیا ہے۔ یہ فقرہ رذیل حکام کے متعلق ہے اور میں نے صاف فرق کیا ہے۔ کہ گورنمنٹ کا شریف حصہ تمہاری قدر کرے گا۔ مگر رذیل حکام تمہارے صبر کو بھی بزدلی قرار دیں گے۔ غرضیکہ

لاتقربوا الصلوٰۃ کہنے والے کی طرح

صرف کہیں کہیں سے کوئی ٹکڑا جو میرا عقیدہ نہیں بلکہ دوسرے کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے لیکن میری طرف منسوب کر دیا گیا ہے اور جو میرا عقیدہ وہاں بیان ہے اسے چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ دشمن جانتا ہے۔ کہ وہ سچ سے میرے مقابلہ پر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ آخر میں بھی مصنف ہوں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے تصنیف کا کام کرتا آرہا ہوں میں نے ۱۹۰۷ء میں مضمون لکھنے شروع کئے۔ اور ایک دو مضمون حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی مجھ سے لکھوا کر اپنی طرف سے شائع کرائے۔ گویا آج اکتیس سال ہوئے۔ کہ میں تصنیف کا کام کر رہا ہوں اس عرصہ میں میں نے سینکڑوں تقریریں کی ہیں۔ اور درجنوں اشتہار اور رسالے بھی شائع کئے ہیں۔ کوئی ثابت تو کرے۔ کہ میں نے بھی

کبھی کوئی غلط حوالہ دیا

ہے۔ میرے کسی حوالہ کو بڑے سے بڑے دشمن کے سامنے بھی رکھ دو پھر دیکھو کیا وہ یہ فیصلہ کرتا ہے۔ کہ میں نے کبھی کوئی حوالہ ارادتاً غلط پیش کیا ہے۔ مگر ان کو علیحدہ ہوتے ابھی ایک سال بھی پورا نہیں ہوا۔ کہ دیانت کا معیار اس قدر گر گیا ہے۔ اور پھر دعویٰ جماعت کی اصلاح کا ہے۔ کیا کوئی ایک ہی مثال پیش کر دیکہ اللہ تعالیٰ نے کبھی

اپنی جماعت کی اصلاح کیلئے

کسی جھوٹے کو لیڈر بنا کر کھڑا کیا ہو۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ جب کوئی جماعت گندی ہو جائے۔ اور خدا تعالیٰ نے اسے تباہ کرنے کا ارادہ کر لیا ہو۔ تب وہ فاجروں سے بھی یہ کام لے لیتا ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے کوئی چار سو سال بعد جب بغداد پر تباہی آئی۔ تو بغداد کے لوگ ایک بزرگ کے پاس گئے۔ اور کہا کہ آپ دعا کریں اللہ تعالیٰ نے اس تباہی سے ہمیں بچا لے۔ تو انہوں نے کہا کہ میں دعا کیا کروں میں تو جب بھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہوں مجھے یہی آواز آتی ہے کہ یاایھا الکفار اقتلوا الفجار یعنی اے کافرو ان فاجروں کو تباہ کر دو۔ پس یا تو وہ یہ فیصلہ کریں کہ وہ بے شک جھوٹے اور فریبی ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ احمدیت کو تباہ کر کے کوئی نیا دین قائم کرنا چاہتا ہے لیکن اگر جیسا کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ احمدیت ایک صداقت ہے۔ تو پھر اس کی اصلاح کے لئے کوئی جھوٹا کھڑا نہیں ہو سکتا

میری یہ تحریریں جن میں اس طرح کتربیونت کی گئی ہے۔ کوئی پوشیدہ باتیں نہیں ہیں۔ بلکہ اخبار میں شائع شدہ ہیں اور جو شخص ان

شائع شدہ تحریروں میں بھی بددیانتی

سے کام لے سکتا ہے اس کی مثال اس چور کی سی ہے۔ جو لیمپ لے کر چوری کرنے جاتا ہے۔ یہ باتیں بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے میری صداقت کا ایک نشان ہے۔ باریک علمی نکتے ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ خلافت کا مسئلہ بالکل واضح ہے مگر ممکن ہے۔ کوئی شخص اس کو بھی اچھی طرح نہ سمجھ سکتا ہو۔ مگر کون ہے۔ جو ان باتوں کو بھی نہ سمجھ سکے۔ اور یہ معلوم نہ کر سکے کہ میرے دشمن میرے مقابل پر کس طرح بد دیانتی۔ جھوٹ اور فریب سے کام لیتے ہیں۔

پھر اس مقدمہ میں

ایک اور نشان

بھی ہے۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قتل کے مقدمہ کے متعلق رؤیا ہو گئی تھی۔ اسی طرح اس مقدمہ میں مجھے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رؤیا ہوئی۔ جو بالکل صحیح ثابت ہوئی۔ مجھے شیخ بشیر احمد صاحب نے فون پر اطلاع دی۔ کہ اس درخواست کے فیصلہ کے لئے جو تاریخ مقرر تھی۔ وہ بدل گئی ہے۔ پھر اس کے بعد دوبارہ اطلاع دی۔ کہ دوسری تاریخ جو مقرر تھی وہ بھی بدل گئی ہے۔ میں نے انہیں کہا۔ کہ تاریخوں کا بدلنا اچھا نہیں۔ کیونکہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ اس عرصہ میں ججوں پر مخالف اثر ڈالنے کی کوشش کی جائے گی۔ میں بہت حیران تھا۔ کہ ہائی کورٹ کے جج تو بڑے پایہ کے لوگ ہوتے ہیں۔ ان پر بیرونی اثر ڈالنا تو ناممکن ہے مگر اس کی کوشش کرنا بھی بظاہر ناممکن ہے۔ پھر یہ رؤیا کس طرح پورا ہو گا مگر خدا تعالیٰ نے اس کے بھی سامان پیدا کر دیئے۔ اور وہ اس طرح کہ ان لوگوں نے فخرالدین صاحب ملتانی کے لڑکے کی طرف سے ایک ٹریکٹ انگریزی میں شائع کرا کے ججوں کو بھجوا دیا اور اسے مظلوم قرار دے کر ان کی ہمدردی حاصل کرنے کی کوشش کی اس ٹریکٹ میں میرے حوالوں کو غلط طور پر کانٹ چھانٹ کر پیش کیا گیا ہے۔ اور ظاہر کیا گیا ہے کہ گویا وہ لوگ بہت مظلوم ہیں۔ اور میاں فخرالدین کو میں نے مروا دیا ہے یہ ٹریکٹ علاوہ دوسرے لوگوں کے بہت سے ججوں کو بھی بھجوایا گیا اور اس طرح ججوں کے خیالات پر اثر ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس منصوبہ کو بھی ناکام کیا۔ اور ججوں کو سچ تک پہنچنے کی توفیق دی اور انہوں نے صاف کہہ دیا کہ خطبہ میں ہرگز جسمانی سزا کی طرف کسی کو ترغیب

نہیں دلائی گئی۔ بلکہ روحانی سزا کا ذکر ہے۔

عجیب بات

یہ ہے۔ کہ یہ خطبہ جس کو غلط رنگ میں اور بگاڑ کر اس طرح پیش کیا گیا ہے وہ فخر الدین صاحب کے جماعت سے اخراج سے بھی پہلے کا ہے۔ یہ خطبہ ۲۷ مئی کا ہے۔ اور فخر الدین صاحب کا اخراج ۷ جون کو ہوا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ یہ بھی میری صداقت کے نشان دکھا رہا ہے۔ ان سے ایسے جھوٹ بلوا کر یہ بتا رہا ہے۔ کہ جو لوگ اخبار میں شائع شدہ تحریروں میں اس طرح بد دیانتی سے کام لے رہے ہیں۔ اور جھوٹ بول رہے ہیں۔ وہ میری پرائیویٹ زندگی پر جو الزام لگاتے ہیں۔ وہ کس حد تک قابل اعتبار ہو سکتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ایک دفعہ ایک یہودی آیا۔ اور کہا کہ آپ نے میرا فلاں قرض دینا ہے۔ اس نے خیال کیا ہوگا۔ کہ آپ کو یاد نہیں ہوگا۔ اس لئے دوبارہ وصول کر لوں۔ یا ممکن ہے۔ وہ واقعی بھول گیا ہو۔ اس طرح کئی لوگ مجھ سے دوبارہ وصول کر لیتے ہیں۔ مگر جب آپ نے فرمایا کہ میں تو ادا کر چکا ہوں۔ تو ایک صحابی نے کہا ہاں یا رسول اللہ میں گواہ ہوں۔ کہ آپ نے ادا کر دیا ہوا ہے۔ اور جب اس صحابی نے پورے وثوق سے گواہی دی۔ تو اس یہودی نے بھی کہا کہ ہاں مجھے یاد آ گیا۔ آپ ادا کر چکے ہیں۔ اس کے جانے کے بعد رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صحابی سے پوچھا کہ تم تو اس وقت موجود نہیں تھے۔ تمہیں کس طرح معلوم ہے۔ کہ میں نے وہ قرض ادا کر دیا ہوا ہے تو اس صحابی نے کہا یا رسول اللہ آپ کہتے ہیں۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے۔ حالانکہ اسے نہ ہم دیکھتے ہیں۔ اور نہ کوئی اور۔ اور ہم ایمان لے آتے ہیں۔ اور آمنا وصدقنا کہہ دیتے ہیں۔ تو پھر اس معمولی سی بات کے صحیح ہونے کی گواہی میں ہمیں کیا تامل ہو سکتا ہے۔ سچائی کی طرح یہی اصل جھوٹ پر بھی چسپاں ہوتا ہے اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جو شخص اخبار میں

چھپے ہوئے خطبہ کے متعلق اس طرح دلیری کے ساتھ جھوٹ

بول سکتا ہے۔ پوشیدہ زندگی کے متعلق اس کی بات کس طرح قابل اعتبار سمجھی جا سکتی ہے۔ پس یہ الٰہی فعل ہے۔ جس سے وہ مومنوں کی مدد کرتا اور دشمنوں کی ذلت کے سامان پیدا کرتا ہے۔ مصری صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ جماعت احمدیہ کی اصلاح کریں گے حالانکہ اس جماعت کو اس عظیم الشان نبی نے قائم کیا ہے۔ جس کی خبر حضرت نوح حضرت موسیٰ ع حضرت عیسیٰ ع اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ اور ایسے عظیم الشان نبی کی جماعت میں جبکہ ابھی اسکے صحابہ اس میں زندہ موجود ہیں۔ اگر فتور آ جاتے۔ تو اس کی اصلاح کے لئے جو شخص کھڑا ہو۔ وہ تقویٰ اور دیانت کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دوسرے درجہ پر تو ضرور ہونا چاہیئے۔ لیکن جو شخص چھپی ہوئی تحریروں کو اس طرح بد دیانتی سے پیش کرتا ہے۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اگر کیس چلا تو اس کا جھوٹ ظاہر ہو جائے گا۔ اور ان فقروں کو جو میں نے دشمن کے منہ میں ڈالے تھے۔ دیدہ دلیری کے ساتھ میری طرف منسوب کرتا ہے۔ تم اس کے

ایمان اور تقویٰ کا اندازہ

بآسانی کر سکتے ہو۔ اور یہ وہ شخص ہے جو کہتا ہے۔ کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کی اصلاح کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔

جناب ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب کی اپیل کا فیصلہ

گورداسپور۔ ۱۶ مارچ۔ جناب ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب بی اے سابق مہر سنگھ کے مقدمہ کی اپیل جوشن جج صاحب گورداسپور کی عدالت میں دائر تھی۔ آج اس کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ فاضل جج نے قید کی اسی قدر سزا کافی قرار دی جو ماسٹر صاحب بھگت چکے ہیں اور جرمانہ سو روپیہ کی بجائے پچاس روپے کر دیا۔ جرمانہ داخل ہونے پر جناب ماسٹر صاحب کی رہائی کے احکام عنقریب صادر ہو جائیں گے۔

اپنی ذمہ داریاں ہلکی کرنی ہوں

تو

مارچ

سے

فائدہ اٹھائیں

ماہ مارچ میں مندرجہ ذیل ادویات مندرجہ قیمتوں سے نصف قیمت پر ملیں گی

برائے امراض متعلقہ مستورات

ابلارام حیض کی زیادتی۔ بے قاعدگی اور درد کو دور کرتا ہے سیلان الرحم کیلئے بھی مفید ہے۔ قیمت ۲۲ گولی دو روپے ۱۲ گولی ایک روپیہ

اپتالی حیض کی کمی یا بند ہو جانا یا درد سے آنا اور رحم کی کمزوری کو دور کرتا ہے۔ قیمت دو روپے نمونہ ۸/

سومامتی جریان الرحم یعنی سفید پانی آنا اس مرض کی خاص دوا ہے مجرب کامیاب اکسیر ہے اس کے ساتھ پچکاری کی دوا بھی ہے۔ قیمت دو روپیہ نمونہ ۱۲/

مسن رنجن ہسٹریا کی مجرب دوا ہے۔ قیمت چار روپے نصف دو روپے۔

سپاری پاک عورتوں کیلئے طاقت بخش ہے۔ سیلان الرحم کو دور کرتی ہے قیمت فی پاؤ ایک روپیہ چھ آنہ

دوائی مانع حمل برتھ کنٹرول کے لئے مجرب دوا ہے قیمت دو روپے

گود بھری حمل استقرار میں خوب مدد دیتی ہے تجربہ شدہ دوا ہے قیمت پانچ روپے

دافع امراض بچگان

بال سکھ بدہضمی قبض ہرے پیلے دستوں کا آنا۔ بخار دائمی کمزوری اور بیماری وغیرہ بچوں کی کمزوری کیلئے لاثانی دوا ہے قیمت ایک روپیہ نصف ۸/

سوکھا ہرا سوکھیا سان کی دوا ہے متواتر استعمال سے بچہ ضرور ہی تندرست اور صحت مند ہو جاتا ہے قیمت ایک روپیہ

کاکڑ ست بچوں کیلئے مفید چورن ہے بدہضمی بخار وغیرہ کو دور کرتا ہے۔ قیمت ۲ تولہ ۸/ نمونہ ۴/

جلاب بچگان بچوں کیلئے ہلکا دست آور ریچن ہے قیمت ۴۸ گولی ایک روپیہ ۳۲ گولی ۸/

سرسوب بچوں کے دانت آسانی سے نکالنے کیلئے اس کا استعمال کرائیں۔ قیمت ایک روپیہ

کربلو بچوں کی کالی کھانسی کیلئے اس کے ساتھ خواہ بخار بھی جاری ہو نہایت مفید دوا ہے۔ قیمت ایک روپیہ نمونہ ۴/

الگمر جن بچوں کی صحت مٹی کھانے سے بگڑ جاتی ہے ان کے اندر سے مٹی خارج کرنے کیلئے یہ عمدہ دوا ہے قیمت ۲۴ گولی ایک روپیہ ۱۲ گولی ۶/

محافظ صحت
صحت کی تحفظ کے لئے عام بیماریوں کی دوائیں

امرت دھارا صحت کی حفاظت کیلئے تقریباً عام بیماریوں کو دور کرنے میں امرت دھارا سے بڑھ کر کوئی دوا نہیں یہ دوا ہر گھر میں اور ہر ایک جیب میں رہنی چاہئے قیمت بڑی شیشی ۲/ نصف ۱/ نمونہ ۸/

سلفری قرص قبض زکام نزلہ اور کمزوری ہاضمہ وغیرہ کو دور کرنیکے اور صاف خون بنانیکے لئے نہایت مفید دوا ہے قیمت ۲۴ گولی ۱۲/

اکسیر لکشمی ولاس رس بخاروں کے بعد ہونیوالی کمزوری اور زکام نزلہ احتلام وغیرہ کو دور کرنیکے لئے آیورویدک کی نہایت فائدہ مند دوا ہے قیمت ۴۸ گولی چار روپے ۲۴ گولی ۲/ نمونہ

سرمہ آنکھوں کی صحت کیلئے روزانہ استعمال کرنیکا سرمہ ہے قیمت فی تولہ ۸/

منجن دانتوں کی صحت کیلئے روزانہ استعمال کا نہایت عمدہ منجن ہے قیمت ۴/

امرت دھارا سوپ (صابن) جلد کو بیماریوں سے بچانے اور دور کرنے کیلئے نہایت مفید صابن ہے قیمت فی بکس تین ٹکیہ ۱/ فی ٹکیہ ۵/

امرت دھارا لوشن گلے کی صحت اور چھوت چھات کی بیماریوں سے بچنے کیلئے ایک بے نظیر دوا ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ ۱/ ۷-۶ ۳/۴ قیمت پر ملیں گی۔

بس یہی نہیں

امرت دھارا اور اس کے مرکبات (لوشن۔ بام۔ مرہم وغیرہ) بھی ماہ مارچ میں ۳/۴ قیمت پر مل سکتے ہیں

ایک اور نرالی سکیم

مارچ میں کچھ روپیہ جمع کرا دینے سے آپ سال بھر جب جب چاہیں اپنے اور اپنے خاندان کے علاج کے لئے اسی رعایتی قیمت پر حسب ضرورت دوا جب چاہیں تب تک منگوا سکتے ہیں جب تک آپ کا روپیہ ختم نہ ہو جائے

بڑی فہرست ادویات وکتب اور رسالہ امراض مخصوصہ مردان مفت منگوائیں

ڈاک وتار کا پتہ۔ امرت دھارا لاہور

نارتھ ویسٹرن ریلوے

میلہ کنبھ بمقام ہردوار ۱۹۳۸ء

پبلک کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ امسال ہردوار میں کنبھ کے میلے کے سلسلہ میں یاتریوں کی غیر معمولی آمد و رفت کے پیش نظر ان غیر معمولی سپیشل گاڑیوں کے علاوہ جو حسب ضرورت وقتاً فوقتاً سواریوں کی آمد و رفت کا سلسلہ صاف رکھنے کے لئے چلائی جائیں گی۔ ۷۶ ڈاؤن اور ۷۵ اپ زائد مسافر گاڑیاں نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور اور ہردوار کے درمیان حسب ذیل اوقات پر چلیں گی۔ ۷۶ ڈاؤن (دوسری زائد گاڑی) لاہور سے ۱۴ مارچ ۳۸ء سے چلنا شروع ہوگی۔ اور ۲۴ اپریل ۳۸ء تک جاری رہے گی۔ (۲۴ اپریل کا دن بھی اس میں شامل ہے۔ اور ۷۵ اپ (دوسری زائد گاڑی) ہردوار سے ۱۵ مارچ ۳۸ء سے چلنا شروع ہوگی۔ اور ۲۵ اپریل ۳۸ء تک جاری رہے گی۔ (۲۵ اپریل کا دن بھی اس میں شامل ہے)

۷۶ ڈاؤن زائد گاڑی

اسٹیشن		منٹ	گھنٹے
لاہور	روانگی	۱۰	۱۴
امرتسر	آمد	۳۸	۱۵
	روانگی	۴۸	۱۵
جالندھر شہر	آمد	۴۹	۱۷
	روانگی	۰۱	۱۸
لودہانہ	آمد	۴۰	۱۹
	روانگی	۱۱	۲۰
انبالہ چھاؤنی	آمد	۱۷	۲۳
	روانگی	۳۳	۲۳
سہارنپور	آمد	۴۵	۱

۷۵ اپ زائد گاڑی

اسٹیشن		منٹ	گھنٹے
لاہور	آمد	۲۰	۱۰
امرتسر	روانگی	۵۵	۸
	آمد	۴۵	۸
جالندھر شہر	روانگی	۹	۶
	آمد	۱	۶
لودہانہ	روانگی	۲۰	۴
	آمد	۱	۴
انبالہ چھاؤنی	روانگی	۵	۱
	آمد	۵۵	۰
سہارنپور	روانگی	۱۲	۲۲

فرسٹ سیکنڈ اور انٹر کلاس کے مسافروں کیلئے تیز رفتار گاڑیوں میں پورے تھرو سفر کے انتظام کی غرض سے لاہور اور سہارنپور کے درمیانی مشہور سٹیشنوں سے ہردوار اور ہردوار سے ان سٹیشنوں کے درمیان فرسٹ اور سیکنڈ کلاس کے ڈبے کے علاوہ جو لاہور اور دہرہ دون کے درمیان ۶ ڈاؤن میل۔ ای۔ آئی۔ آر۔ ۷۶۔ اپ اور ای۔ آئی۔ آر ۷۵ ڈاؤن / ۵ اپ میل کے ساتھ چلتا ہے۔ ایک ڈبہ سیکنڈ کلاس کا اور ایک ڈبہ انٹر کلاس کا ان گاڑیوں کے ہمراہ لاہور سے دہرہ دون کو یکم اپریل ۳۸ء سے ۲۴ اپریل ۳۸ء تک چلیگا۔ اور دہرہ دون سے لاہور کو ۲ مارچ ۳۸ء سے ۲۵ اپریل ۳۸ء تک چلیگا۔

تھرڈ کلاس گاڑی کے دو ڈبے جو اسوقت لاہور اور دہلی کے درمیان ۶ ڈاؤن میل ۱۰۱ ڈاؤن اور ۱۳۹ / اپ میل گاڑیوں کے ساتھ چلتے ہیں۔ لاہور سے یکم اپریل ۳۸ء سے ۲۴ اپریل ۳۸ء تک نہیں چلیں گے۔ اور دہلی سے ۲ اپریل ۳۸ء سے ۲۵ اپریل ۳۸ء تک نہیں چلیں گے۔ اور اس عرصہ میں لاہور اور سہارنپور کے درمیان ۶ ڈاؤن اور ۵ اپ میل گاڑیوں میں تیسرے درجے کے مسافر سفر نہیں کر سکیں گے۔

چونکہ ہردوار آنے جانے کیلئے گاڑیوں میں سواریوں کی نشستوں کیلئے بھاری مانگ ہوگی۔ اسلئے گاڑیوں کی نقل و حرکت میں آسانی بہم پہنچانے کے لئے سہارنپور اور دہرہ دون (یہ دونوں سٹیشن مستثنیٰ ہیں) کے تمام درمیانی سٹیشنوں کے لئے یا ان سٹیشنوں سے مندرجہ ذیل اوقات میں سوائے سرکاری اعلیٰ عہدیداروں اور فوج کے کوئی گاڑی ریزرو نہیں کی جائے گی۔

درمیانی اور تیسرے درجے کی گاڑیاں } ۱۵ مارچ ۳۸ء سے اپریل ۳۸ء کے آخر تک

اول اور دوم درجے کی گاڑیاں } یکم مارچ ۳۸ء سے ۲۱ اپریل ۳۸ء تک

ہردوار اسٹیشن تک اور ہردوار اسٹیشن سے کوئی سپیشل گاڑی کسی علیحدہ جماعت کے لئے جس میں سیاح اور یاتری بھی شامل ہیں۔ ۱۰ مارچ ۳۸ء سے اپریل ۳۸ء کے آخر تک جاری نہیں کی جائے گی۔

سہارنپور کے لئے کوئی ڈبہ یا سپیشل ٹرین بھی ۱۵ مارچ ۳۸ء سے ۲۰ اپریل ۳۸ء تک جاری نہیں کی جائے گی۔

ایسٹ انڈین ریلوے کے مندرجہ ذیل سیکشنز پر جو سٹیشن واقع ہیں۔ ان کے لئے مال گاڑی کے ذریعہ سوائے فوجی سامان اور جلد خراب ہو جانے والی اشیاء کے کوئی سامان ۲۰ اپریل ۳۸ء سے ۱۹ اپریل ۱۹۳۸ء تک بک نہیں ہوگا۔

سہارنپور ——— مراد آباد | غازی آباد ——— مراد آباد

لکسر ——— دہرہ دون | معظم پور نرائن ——— گجرولہ

چیف آپریٹنگ سپرنٹنڈنٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور